محمد الیاس خان

روس کے صدارتی انتخابات: صدر یلسن کی حکمتِ عملی

۱۶ جون ۱۹۹۶ء کو روس میں صدارتی انتخاب ہو رہا ہے۔ صدر بورس یلسن نے دوسری مدّت کے لیے بطور صدر انتخاب کے لیے اپنی امیدواری کا اعلان کر دیا ہے۔ جمعرات ۱۵ فروری کو یورال ریجن میں اپنے آبائی قصبے یکا تیر نبرگ میں ایک عوامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے اپنی انتخابی مہم کا آغاز کیا۔ انہوں نے دوسری بار عہدہ صدارت کے لیے انتخاب میں شرکت کے اپنے فیصلے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا:

> "My duty as the polititian who launched reforms is to consolidate all healthy forces and prevent shocks that could lead to a civil war".

> "اصلاحات شروع کرنے والے سیاستدان کی حیثیت سے میرا یہ فرض بنتا ہے کہ میں تمام "صحتمند طاقتوں" کو مستحکم کرنے اور ایسے صدمات کا تدارک کرنے کے لیے کام کروں جو ملک میں خانہ جنگی کا باعث بن سکتے ہیں"[۱]۔

انہوں نے روسی عوام کو آنے والے صدارتی انتخاب کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے کہا کہ ان انتخابات میں محض اس بات کا فیصلہ نہیں ہوگا کہ آئندہ چار برس کے لیے روس کی سربراہی کون کرے گا۔ بلکہ ان میں روسی عوام نے اپنے اور اپنے ملک کے مستقبل کے تعین کا فیصلہ کرنا ہے۔ انہوں نے روسی عوام پر ملک میں شروع کردہ اصلاحات کے پروگرام کی تکمیل کے لیے عہدہ صدارت پر اپنی بقا کی اہمیت واضح کرتے ہوئے کہا:

> "I have to bring to a successful end the matter to which I have fully devoted myself. I'm sure that I can bring the country through turmoil, worries and uncertainty."

> "مجھے اس مہم کو کامیابی سے انجام تک پہنچانا ہے جس کے لیے میں نے مکمل طور پر اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے۔ مجھے یقین ہے میں [ہی] ملک کو غیر یقینی صورتحال، پریشانیوں اور اضطراب کی کیفیت سے نکال سکتا ہوں"[۲]۔

دوسری طرف کمیونسٹ پارٹی نے ۱۵ فروری کو ہی اپنے لیڈر جناوی زیوگانوف کی عہدہ صدارت کے لیے نامزدگی کا باقاعدہ اعلان کیا۔ پارٹی کی طرف سے صدارتی انتخاب کے لیے نامزدگی کو قبول کرتے ہوئے زیوگانوف نے دارالحکومت ماسکو میں ایک عوامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"A further term of office by Yeltsin would mean the destruction of our country."

"یلسن کا دوسری مدت کے لیے صدر رہنا ہمارے ملک کی تباہی و بربادی کے مترادف ہوگا[۳]۔"

لبرل ڈیموکریٹک پارٹی (LDPR) نے اپنے رہنما ولادیمیر ژرنوفسکی کو صدارتی انتخاب کے لیے نامزد کیا ہے۔ ژرنوفسکی نے اپنی پارٹی کے منشور کے اہم نکات کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ وہ روس کی کرسیِ صدارت سنبھالتے ہی چیچن علیحدگی پسندوں کے خلاف سخت ترین کارروائی کریں گے۔ اور ان کی قوت توڑنے کے لیے ان کے خلاف نیپام بم استعمال کریں گے[۴]۔

۱۵ جنوری کو فرانس کے TFI ٹیلی ویژن چینل سے گفتگو کرتے ہوئے سابق سوویت یونین کے آخری صدر گورباچوف نے اس امکان کی طرف اشارہ کیا کہ آئندہ صدارتی انتخاب کے لیے وہ بھی کاغذات نامزدگی داخل کر سکتے ہیں*۔ گورباچوف نے انتخاب کے ملتوی کیے جانے سے متعلق اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا "یہ انتہائی ضروری ہے کہ صدارتی انتخاب (مقررہ پروگرام کے مطابق) منعقد ہوں[۵]۔"

گورباچوف کی طرف سے ایسے وقت میں جبکہ ابھی صدارتی انتخاب کے لیے نامزدگیوں کا مرحلہ ہی مکمل نہیں ہوا تھا، ان خدشات کا اظہار بڑا معنی خیز تھا۔ ہم "وسطی ایشیا کے مسلمان" کے شمارہ (جنوری - فروری ۹۶) میں اس امکان کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ کمیونسٹوں کی طرف سے پارلیمنٹ میں صدر یلسن اور دیگر اصلاحات پسند سیاسی عناصر کے لیے مشکلات پیدا کرنے کی صورت میں صدر یلسن صدارتی انتخاب ملتوی بھی کر سکتے ہیں۔ کمیونسٹ پارٹی اگر ایوانِ زیریں میں اپنی عددی برتری کی بدولت ایسی قانون سازی کی طرف پیش رفت کرتی ہے جس سے روس میں جمہوری اور اقتصادی اصلاحات کا مستقبل مخدوش نظر آئے تو صدر یلسن کے لیے یہ بہترین موقعہ ہوگا کہ وہ "روس کے جمہوری مستقبل" کے تحفظ کے بہانے صدارتی انتخاب کو ملتوی کرنے کا اعلان کر دیں۔ واضح رہے کہ کمیونسٹ پارٹی کو اگرچہ ۴۵۰ ممبران کے ایوان میں صرف ۱۴۹ نشستیں حاصل ہو سکی ہیں تاہم وزیراعظم چرنومیر دین اور صدر یلسن کی اصلاحات پسند حکومت کے خلاف محاذ آرائی کی صورت میں وہ بائیں بازو کے دو ایسے چھوٹے گروپوں کے ممبران پارلیمنٹ کی حمایت حاصل کر سکتی ہے جو نظریاتی طور پر

---

*بعد کی اطلاعات کے مطابق گورباچوف صدارتی انتخاب کی دوڑ میں شریک ہوگئے ہیں۔

کمیونسٹ پارٹی کی حلیف شمار ہوتی ہیں۔ یہ دو گروپ "Power to the People" اور اگریرین پارٹی ہیں۔ ان دونوں گروپوں کے پاس بالترتیب ۳۷ اور ۳۵ نشستیں ہیں۔ اس طرح سے کمیونسٹ پارٹی اور اس کے حلیفوں کے پاس مجموعی طور پر ۲۲۱ نشستیں بنتی ہیں۔ اگر آزاد ممبران پارلیمنٹ میں سے پانچ کی بھی حمایت کمیونسٹ پارٹی اور اُس کے حلیفوں کو مل جاتی ہے تو ایوانِ زیریں میں اُنہیں سادہ اکثریت حاصل ہو سکتی ہے[۹]۔ صدارتی انتخاب کے دیگر امیدواروں میں یبلوکو پارٹی کے سربراہ گریگوری یاولنسکی، کانگریس آف رشین کمیونیٹیز کے جنرل الیگزنڈر لیبد اور نیگور گیدار سویا توسلاف فیدوروف شامل ہیں۔

اس بات کا بھی امکان ہے کہ اگر صدر یلسن "بعض انقلابی اقدامات" کے باوجود اپنی support base میں توسیع کرنے میں ناکام رہے تو ملک میں "خانہ جنگی" اور "انتشار" کو روکنے کے لیے فوجی قیادت اور خاص کر دارالحکومت یعنی "ماسکو ملٹری ڈسٹرکٹ" کے فوجی کمانڈر اور سیکورٹی ایجنسیوں کے اہل کاروں کی طرف سے "انتخابات ملتوی کرنے کے مطالبات" کے نتیجے میں انتخابات ملتوی کر کے کمیونسٹوں کی شمولیت سے ایک قومی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیں۔ اس سلسلے میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے کہ صدر یلسن دسمبر کے پارلیمانی انتخابات سے بھی قبل سے فوج اور سیکورٹی ایجنسیوں کی ناز برداریوں میں مصروف نظر آرہے ہیں۔ مغربی دارالحکومتوں اور خاص کر واشنگٹن کے لیے البتہ صدر یلسن کی طرف سے انتخابات کو ملتوی کرنے کا عمل بوجوہ قابلِ قبول نہیں ہوگا۔

رشین فیڈریشن میں کمیونزم کا احیاء حیران کن انداز سے ہورہا ہے۔ روسی شہری کمیونسٹ دور کی یادوں کے اسیر نظر آنے لگے ہیں۔ صرف کمیونسٹ پارٹی اور اس کی حلیف اگریرین پارٹی نے مجموعی طور پر دسمبر ۹۵ء کے پارلیمانی انتخابات میں ۲۷ فیصد ووٹ حاصل کیے۔ بائیں بازو کی دیگر چھوٹی پارٹیوں اور آزاد کمیونسٹ امیدواروں نے جو ووٹ حاصل کیے۔ وہ اس کے علاوہ ہیں۔ لینن اور سٹالن کے لیے ایک بار پھر تعریفوں کے پُل باندھے جا رہے ہیں۔ "سوویت کمیونزم کی کامیابیوں" پر فلمیں دیکھی اور دکھائی جا رہی ہیں۔ اس کے باوجود روسی امور کے مغربی ماہرین کی اکثریت اس امکان کو رد کر رہی ہے کہ روس ایک بار پھر کمیونزم کی آغوش میں جاسکتا ہے۔ وہ کمیونسٹ پارٹی کے سربراہ جنادی زیوگانوف کی ان زبانی یقین دہانیوں پر اعتبار کرتے نظر آرہے ہیں کہ روس میں اقتصادی اور جمہوری اصلاحات ترک نہیں کی جائیں گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کمیونسٹ پارٹی اور اس کے حلیف جن پالیسیوں اور پروگراموں کو آگے بڑھانے کا اعلان کر رہے ہیں ان سے اس بات میں کوئی شک نہیں رہ جاتا ہے کہ وہ نہ صرف روس میں کمیونسٹ نظامِ معیشت و سیاست کے اجراء کے علمبردار ہیں بلکہ وہ سابق سوویت یونین کی تعمیرِ نو پر بھی کمر بستہ ہیں[۷]۔

کمیونزم کے اس احیاء کی وجوہات کیا ہیں؟ ہم نے شمارہ (جنوری - فروری ۹۶) میں اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس وقت ہمارے پیشِ نظر کمیونسٹوں سے نمٹنے اور روس کی کرسیٔ صدارت تک ان کی رسائی روکنے سے متعلق صدر یلسن کی حکمت عملی ہے۔ صدر یلسن ایک ایسے دوراہے پر کھڑے ہیں جہاں ایک طرف انہوں نے ہر صورت میں اصلاحات کے نتیجے میں فقر و افلاس کا شکار بننے والے عوام کی ہمدردیوں کو از سر نو حاصل کرنا ہے۔ اور دوسری طرف اصلاحات پسندوں کی ناراضگی اور سب سے بڑھ کر بیرونی سرمایہ کاروں اور مغربی امدادی ایجنسیوں کی تنقید سے بھی بچنا ہے۔ چنانچہ صدر یلسن اقتصادی اصلاحات کی ناکامی کے لیے اپنی حکومت کے اہل کاروں کو ذمہ دار قرار دے کر انہیں سبکدوش کر رہے ہیں۔ وزیر خارجہ اندرے کوزیروف اور نائب وزیر اعظم اناطولی چوبائیس اپنے عہدوں سے سبکدوش کر دیے گئے ہیں۔ اندرے کوزیروف کی مغرب نوازی قوم پرست حلقوں کی طرف سے زبردست تنقید کا نشانہ بنائی گئی۔ چنانچہ ژرنوفسکی جیسے قوم پرستوں کے پرستاروں کے ووٹ حاصل کرنے کی غرض سے انہیں فارغ کر دیا گیا۔ اناطولی چوبائیس روس کی نجکاری پروگرام کے معمار تھے۔ انہیں نجکاری کے نتیجے میں عام شہریوں پر پڑنے والے معاشی بوجھ کا مداوا نہ کر سکنے کے الزام میں سبکدوش کیا گیا۔

صدر یلسن اپنی قوم کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ نجکاری اور اقتصادی اصلاحات سے متعلق ان کی حکومت کے پروگرام میں کوئی نقص نہیں تھا۔ اگر اس پروگرام کے کوئی غلط نتائج برآمد ہوئے ہیں تو اس کی ذمہ دار انتظامیہ کے وہ اہل کار ہیں جنہوں نے اس پروگرام کو غلط انداز سے چلایا۔ ۲۳ فروری کو قوم سے خطاب کے دوران میں اُنہوں نے اپنی حکومت کو خبردار کرتے ہوئے کہا "اگر حکومت نے اقتصادی اصلاحات کے نتیجے میں عام شہری پر پڑنے والے معاشی اور معاشرتی بوجھ کو کم کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے دن گنے جا چکے ہیں[۸]۔" انہوں نے مزید کہا "ہمارا منتہائے مقصود منڈی کی معیشت کو فروغ دینا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس عمل کے معاشرتی بوجھ (social cost) کو بھی کم سے کم کرنا ہے[۹]۔"

مغرب اور امریکہ ابتداء ہی سے ایک جمہوریت نواز اور اصلاحات پسند لیڈر کی حیثیت سے صدر یلسن کی حمایت کرتے رہے ہیں۔ صدر یلسن کی طرف سے اپنی کابینہ کے اصلاحات پسند وزراء کی سبکدوشی کے نتیجے میں مغربی حلقوں میں ان خدشات کی بازگشت سنائی دی جانے لگی کہ شاید صدر یلسن سابق نائب وزیر اعظم اناطولی چوبائیس کی طرف سے شروع کردہ نجکاری کے عمل کو بند کر دیں گے۔ اس سے قبل مغرب نواز وزیر خارجہ اندرے کوزیروف کی سبکدوشی کو بھی مغربی سیاسی مبصرین نے تشویش کی نگاہ سے دیکھا۔ چنانچہ جنوری کے اواخر اور فروری کے اوائل میں روس کو انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (بین الاقوامی مالیاتی ادارہ) کی طرف سے ملنے والی ۱۰ بلین ڈالر کی امداد کا اجراء مشکوک نظر آنے لگا۔

فروری میں امریکی وزیرِ خارجہ وارن کرسٹوفر نے روس [اور بالخصوص صدر یلسن] کو خبردار کرتے ہوئے کہا:

"Moscow's effort to forge close ties with the West depends on Russia's willingness to abide by international norms and to stay on the path of reform."

"ماسکو کی طرف سے مغرب کے ساتھ مضبوط تعلقات کے قیام کی کوششوں کی کامیابی کا دارومدار روس کی طرف سے بین الاقوامی معیارات کی پابندی اور اصلاحات کی راہ پر مسلسل پیش قدمی پر ہے"۔

صدر یلسن اور اُن کے وزیر اعظم وکٹر چرنومیر دین مغرب اور امریکہ کی اس "حساسیت" سے ناواقف نہیں ہیں۔ چنانچہ ان کی طرف سے بڑے زور دار انداز میں مغرب کو یہ یقین دہانیاں کرائی گئیں کہ جمہوری اور اقتصادی اصلاحات کو کسی بھی صورت میں ترک نہیں کیا جائے گا۔ صدر یلسن نے کہا:

"Going back on reforms wuld be the ruin of Russia."

"اصلاحات کو ترک کرنا روس کی بربادی کے مترادف ہوگا"۔

سوموار ۲۹ جنوری کو واشنگٹن کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں امریکی نائب صدر ال - گور سے مذاکرات کے دوران روسی وزیر اعظم چرنومیر دین نے روس میں اصلاحات کے پروگرام میں کسی قسم کی تبدیلی کی نفی کرتے ہوئے کہا:

"Despite all the difficulties the reform process is not under doubt."

"تمام تر مشکلات کے باوجود اصلاحات کے عمل [کا استمرار] شک و شبہ سے بالاتر ہے"[۱۲]۔

یوں لگتا ہے جیسے صدر یلسن اور وزیر اعظم چرنومیر دین مغرب اور امریکی قیادت کو اپنی "مشکلات" سمجھانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ جمعہ ۲۳ فروری کو صدر یلسن کی طرف سے روسی پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب پر تبصرہ کرتے ہوئے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ترجمان نکولس برنز نے کہا: "امریکہ صدر یلسن کے خطاب سے بہت خوش ہے۔ انہوں (صدر یلسن) نے اقتصادی اصلاحات کو جاری رکھنے کی یقین دہانی کرائی ہے"۔ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ترجمان نے مزید کہا کہ:

"امریکہ اس بات سے بہت خوش ہے کہ بین الاقوامی مالیاتی ادارے [انٹر نیشنل مانیٹری فنڈ] کے سربراہ مائیکل کیمدسوس نے روس کو دس بلین ڈالر کے قرض کے

اجراء کے لیے آمادگی ظاہر کردی ہے"[13]۔

یلسن کی طرف سے اصلاحات پسند وزراء کو سبکدوش کرنے کے نتیجے میں بعض مغربی سیاسی تجزیہ نگاروں نے اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ صدر یلسن کے اقدامات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ جمہوری اور اقتصادی اصلاحات سے ان کی کوئی [commitment] نہیں ہے۔ وہ اصلاحات کو مغرب سے پیسہ بٹورنے کے لیے ایک ذریعے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کی حمایت جاری رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ یلسن کے متعلق اس رائے کو ویٹیکن سٹی میں روس کے سفیر جناب ویاچسلاف کوسٹی کوف کے اس ٹیلی ویژن انٹرویو سے مزید تقویت ملی جس میں انھوں نے صدر یلسن کے بارے میں کہا:

> "He [Yeltsin] does not have his own democratic convictions and never did. He is first of all a man of power."
>
> "وہ [صدر یلسن] ذاتی طور پر جمہوریت پر یقین نہیں رکھتے۔ نہ ہی ماضی میں وہ جمہوری نظریات کے علمبردار تھے۔ وہ اول تا آخر اقتدار [سے محبت کرنے والے] آدمی ہیں"[14]۔

اپنے اس انٹرویو کے نتیجے میں ویاچسلاف کوسٹی کوف کو وٹی کن میں روسی سفیر کے عہدے سے استعفیٰ دینے پر مجبور کردیا گیا۔ صدر یلسن کے بارے میں ان خدشات کے باوجود مغرب اور اس کے اقتصادی اور سیاسی اداروں کی طرف سے ان کی حمایت جاری ہے۔ شاید مغرب کے نقطۂ نظر سے صدر یلسن مغربی مفادات کے تحفظ کے سلسلے میں روسی سیاستدانوں میں سے سب سے زیادہ موزوں ہیں۔

صدر یلسن کو صدارتی انتخاب میں اپنی کامیابی کے امکانات بڑھانے کے سلسلے میں ایک اور چیلنج بھی درپیش ہے۔ چیچنیا میں جاری بحران کے سلسلے میں یلسن حکومت کی پالیسیوں کو اندرون و بیرونِ ملک زبردست تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ طاقت کے بے دریغ استعمال کے باوجود یلسن انتظامیہ چیچن بحران کو حل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ اور یہ ناکامی صدر یلسن کی کم ہوتی ہوئی عوامی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ ہے۔ صدر یلسن اپنی اس ناکامی کے داغ کو دھونے کے لیے کسی بھی حد تک جانے کے لیے اس وقت تیار نظر آرہے ہیں۔ ۳۱ مارچ کو انھوں نے چیچن بحران کو حل کرنے کے لیے چیچنیا کی ماسکو نواز حکومت کو نظر انداز کرتے ہوئے "اشتہاری مجرم" دودائیف کے ساتھ بالواسطہ مذاکرات پر مبنی ایک منصوبہ پیش کیا۔ اور مذاکرات کو جلد از جلد شروع کرنے کے لیے تاتارستان کے صدر منتمیر شامائیف اور قازقستان کے صدر نور سلطان نذر بائیف کو ثالث مقرر کرنے کا اعلان کیا۔ دوسری طرف صدر دودائیف یلسن کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کے اس موقعہ کو کسی صورت میں ضائع نہیں کرنا

چاہتے۔ چنانچہ انہوں نے صدر یلسن کے ساتھ براہ راست مذاکرات کا مطالبہ کر دیا ہے۔ توقع یہی ہے کہ صدر یلسن دودائیف کے اس مطالبے کو آخر کار مان جائیں گے*۔

صدارتی امیدوار گریگوری یاولنسکی نے چیچنیا میں جنگ کے خلاف مظاہروں کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ کمیونسٹوں کی طرف سے بھی صدر یلسن پر چیچنیا میں فوجی کارروائیاں بند کر کے سیاسی حل کے لیے مذاکرات شروع کرنے کے لیے زبردست دباؤ پڑ رہا ہے۔ صدر دودائیف روس میں صدارتی انتخاب کے حوالے سے صدر یلسن کی پریشانیوں سے بخوبی واقف ہیں۔ اس لیے انہوں نے صدر یلسن کی طرف سے بالواسطہ مذاکرات شروع کرنے اور یک طرفہ جنگ بندی کی پیشکش کے سلسلے میں کوئی گرم جوشی نہیں دکھائی۔

صدر دودائیف کی اس حکمت عملی نے آخر کار صدر یلسن کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اُس "اشتہاری مجرم" کے نام ٹیلی گرام بھیج کر انہیں چیچنیا میں روسی فوجی کارروائیاں فوری طور پر روکنے کا "مژدہ" سنائیں، جس کو کل تک روسی افواج اور روسی سراغرساں ادارے "hunt" کرتے رہے[15]۔

دراصل مارچ کے اوائل ہی میں اس بات کے آثار نظر آنے لگے تھے کہ صدر یلسن کی حکومت چیچنیا میں طاقت کے ذریعے علیحدگی پسندوں کا قلع قمع کرنے سے تقریباً مایوس ہو چکی ہے۔ چنانچہ وہ چیچنیا میں سیاسی مذاکرات کی پالیسی پر عمل پیرا ہونے والی ہے۔ اس سلسلہ میں چیچن علیحدگی پسندی کے زبردست دشمن روسی وزیر دفاع جنرل پاول گراچیف کے اس سنسنی خیز بیان کا حوالہ دینا بیجا نہ ہوگا جس میں انہوں نے کہا تھا:

"If Dudayev wishes a meeting, no problem, I will meet him."

"اگر [صدر] دودائیف [مجھ سے] ملاقات چاہتے ہیں۔ تو یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں ان سے ملاقات کروں گا[16]۔"

چیچن بحران سے متعلق یلسن حکومت کے موقف میں اس اچانک تبدیلی کی بنیادی وجہ صدر یلسن کی طرف سے صدارتی انتخاب سے قبل "plus points" سکور کرنے کی کوششیں ہیں۔ صدر یلسن یہ سمجھتے ہیں کہ چیچنیا سے روسی مسلح افواج کی واپسی اور علیحدگی پسندوں کے ساتھ مذاکرات کے ذریعہ مسئلہ کے سیاسی حل کی طرف پیش رفت ان کے ووٹ بینک میں زبردست اضافے کا سبب بن سکتی ہے۔ تاہم صدر یلسن کی طرف سے چیچن پالیسی میں یہ تبدیلی ان کے لیے counter productive بھی

*واضح رہے کہ یہ مقالہ چیچنیا کے صدر دودائیف کی شہادت سے قبل لکھا گیا۔ صدر دودائیف کی شہادت سے چیچنیا میں قیامِ امن کے امکانات پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں؟، اس کا تجزیہ ہم ان شاء اللہ آئندہ کسی شمارے میں کریں گے۔ [مدیر]

ثابت ہوسکتی ہے۔ ان کے مخالفین بجا طور پر یہ سوال اٹھا سکتے ہیں کہ اگر چیچنیا سے آخر کار روسی افواج کا انخلاء ہی مطلوب تھا تو ہزاروں روسی فوجیوں کی قربانی دینے اور جمہوریہ چیچن میں اس قدر تباہی و بربادی اور خونریزی کی کیا ضرورت تھی۔

صدر یلسن کے لیے ایک تیسرا چیلنج دیگر اصلاحات پسند سیاسی زعماء کو صدارتی انتخاب میں حصہ لینے سے دستبردار کرانا ہے۔ رائے عامہ کے بعض تجزیوں کے مطابق اصلاحات پسندوں کی طرف سے ایک سے زائد صدارتی امیدواروں کے میدان میں ہونے کی وجہ سے صدر یلسن عوامی مقبولیت کے لحاظ سے کمیونسٹ صدارتی امیدوار خبادی زیوگانوف سے بہت پیچھے ہیں۔ بظاہر صدر یلسن کے لیے گریگوری یاولنسکی جیسے امیدواروں کو انتخاب سے دستبرادی پر راضی کرنا مشکل نظر آرہا ہے۔ دسمبر کے پارلیمانی انتخابات کے بعد ایوانِ زیریں میں سپیکر کے انتخاب کے وقت یہ بات ثابت ہوگئی تھی کہ گریگوری یاولنسکی جیسے اصلاحات پسند رہنما اگر صدر یلسن کی تائید و حمایت پر راضی نہ کیے جاسکے تو کمیونسٹ رہنما جنادی زیوگانوف کو روس کی کرسیٔ صدارت تک پہنچنے سے روکنے کی تمام تدبیریں رائیگاں جائیں گی۔ سپیکر کے انتخاب میں کمیونسٹ پارٹی کے امیدوار سیلزنیف کو بھی شکست سے دوچار کیا جاسکتا تھا اگر وزیر اعظم چرنومیر دین، گریگوری یاولنسکی اور زرنوفسکی کی دائیں بازو کی پارٹیاں ان کے خلاف اتحاد کر لیتیں۔ سیلزنیف محض اس وجہ سے یہ انتخاب جیت گئے تھے کہ یبلولو کو پارٹی کو اپنا امیدوار دستبردار کرانے پر راضی نہیں کیا جاسکا تھا[17]۔

اگر صدر یلسن ۱۶ جون کو منعقد ہونے والے صدارتی انتخاب کے پہلے راؤنڈ میں [گریگوری یاولنسکی اور ٹیگور گیدر کو انتخابات سے دستبردار کرانے کے بعد] الٹرا نیشنلسٹ زرنوفسکی کو شکست دے کر دوسرے نمبر پر بھی آجائیں تو انتخاب کے دوسرے راؤنڈ میں ان کی جیت کے امکانات بڑھ جائیں گے۔ بظاہر یہ منطق عجیب سی لگتی ہے لیکن روسی صدارتی انتخاب میں پہلے اور دوسرے نمبر پر آنے والے صدارتی امیدواروں کو ایک اور معرکہ لڑنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس صورت میں جب جولائی کے [run off] میں صدر یلسن کمیونسٹ پارٹی کے جنادی زیوگانوف کے مقابلہ پر ہوں گے تو عین ممکن ہے پورے روس کے "کمیونسٹ مخالف" رائے دہندگان ان کے حق میں فیصلہ دے دیں۔ اور اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ کمیونسٹ مخالف رائے دہندگان کی تعداد [دسمبر کے پارلیمانی انتخابات کے نتائج کی روشنی میں] ستر فیصد کے قریب ہے۔

بہرحال اس امکان کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا کہ "یلسن مخالف" رائے دہندگان [جن میں کمیونسٹ پارٹی کے حامیوں کے علاوہ اصلاحات پسندوں کی دیگر پارٹیوں کے حامیوں کی تعداد بھی شامل ہے] محض صدر یلسن کی مخالفت میں "اصلاحات مخالف" کمیونسٹ امیدوار جنادی زیوگانوف کے حق میں فیصلہ دینے کو ترجیح دیں۔ یاد رہے کہ رائے عامہ کی تجزیاتی رپورٹوں کے مطابق یلسن مخالف رائے دہندگان کی

تعداد نوّے فیصد سے زائد ہے۔

حواشی

1. Reuter report published by *The News* Rawalpindi/Islamabad, Feb 16,1996.
2. Ibid.
3. Reuter report published by daily *Dawn* Feb 16, 1996.
4. AFP report published by daily *Dawn* Jan 16, 1996.
6. "A Reddish Duma", *The Economist*, Feb 3, 1996.
7. Mark Kramer, "Nostalgia For The Communist Era", *The News*, Rawalpindi/Islamabad, Feb 13, 1996.
8. Brian Killen, "Yeltsin Says Economic Failure Will Sink Govt", *Dawn*, Feb 25, 1996.
9. Ibid.
10. Betsy Mc kay and Carlota Gall, "Yeltsin's Hollow Victory", *Newsweek*, Jan 29, 1996.
11. Ibid.
12. AFP report "Reforms to Continue....," *The News*, Jan 30, 1996.
13. AFP report, "Us Happy with Yeltsin Reform", *The Nation*, Feb 25, 1996.
14. "Yeltsin Gets Bad Publicity ....", *Dawn*, Feb. 14, 1996.
15. Reuter/AFP report, *The News*, April7, 1996.
16. Reuter report, *The News*, March 4, 1996.
17. "A Reddish Duma," *The economist*, Feb3, 1996.